گیارھواں باب

مشرکینِ مکہ کی مخالفت کے اسباب

مخاطبین کے لیے نبی ﷺ کی دعوت کی نرالی اور تکلیف دہ باتیں

۴۶ حیات بعد الموت، روزِ آخرت کا آنا اور حساب کتاب

۴۷ بتوں سمیت، اللہ کے علاوہ تمام معبودوں کا انکار

۴۷ دعویٰ رسالت / رسول کی شخصیت

۴۷ نئی تہذیب، نئے رسم و رواج اور نئے ازدواجی و معاشی قوانین

۵۰ اسباب مخالفت کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے تجزیہ

۵۹ داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام اور قوم سبا کے واقعات

گیارھواں باب

مشرکینِ مکہ کی مخالفت کے اسباب

کاروان نبوت کا چوتھا سال کش مکش کا ایک انتہائی اہم اور سر گرم عرصہ بنا۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر دعوتِ عام اور تبلیغِ عام کا کام شروع ہو گیا۔ جاہلی تہذیب کے علم بردار مخالفین گزشتہ تین سالوں سے اس خاموش تحریک کو خوف اور استعجاب کی نظروں سے دیکھ رہے تھے مگر انھوں نے کسی قومی مہم کے انداز میں مخالفت اور استہزا کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہ انقلابی دعوت اب تک براہِ راست ان سے مخاطب نہیں ہوئی تھی۔ اب جب کہ وہ اِن سے مخاطب ہو گئی تھی تو خاموشی ممکن نہیں رہی تھی۔ اب دلیل کا جواب دلیل سے دینا تھا، مخالفین کے لیے یہ بوجوہ ممکن نہیں تھا کیوں کہ اُن کا نظام زندگی اور تہذیب باوجود بظاہر بہت ساری خوبیوں کے بنیادی طور پر مشرکانہ تصورات سے گندھی کم تر طبقات اور غلاموں پر ظلم کا باعث تھی اور تمام انسانوں کو بلا لحاظ انصاف فراہم نہیں کر رہی تھی۔ وہ انسانوں پر بلا کسی استحقاق کے قریش کی بڑائی اور اُن کے لیے ناروا مراعات کا باعث تھی۔ اُس نظامِ زندگی کی اصل خرابی یہ تھی کہ وہ انسان کی محدود عقل، ناقص تجربہ اور طبقاتی مفادات کا آئینہ دار تھا۔ خالقِ کائنات کی جانب سے وحی کی ہدایت و روشنی سے معمور ایک نئے دین اور اُس کی دعوت سے مخالفت کے درجِ ذیل چار اسباب تھے:

۱. حیات بعد الموت، روزِ آخرت کا آنا اور حساب کتاب:

اُن کے لیے اوّلین بات جو نہایت تعجب خیز اور سببِ نزاع تھی وہ محمد ﷺ کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام انسان مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جائیں گے اور وہاں اس دنیا میں کیے جانے والے تمام کاموں کا حساب دینا ہو گا اور نیک کاموں کا اجر اور بُرے کاموں کی سزا ملے گی اور سب سے بُرا کام اِن بتوں کی پرستش اور اس شخص [نئے نبی ﷺ] کی مخالفت ہے۔

۲. بتوں سمیت، اللہ کے علاوہ تمام معبودوں کا انکار [شرک کا انکار اور توحید کا اقرار]:

مخالفت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ اُن کے تراشے ہوئے تمام بتوں کو اور شفاعت کے عقیدے کو چیلنج کررہا تھا، اُس کا کہنا تھا کہ الٰہ بس ایک ہے اور بڑائی ساری اُسی کے لیے ہے۔ یہ سارے جھوٹے معبود ہیں، ان کی نذر نیاز اور مراسم عبودیت جہالت کی نشانی اور عبث ہیں، اِن کے لیے کسی قسم کی مشکل کشائی، دست گیری، حاجت روائی ایک احمقانہ اور سفیہانہ تصور ہے۔ اِن بتوں کی اعلانیہ بُرائی کے ساتھ ہی وہ اُس کی اس بات سے بھی نالاں اور سخت بے زار تھے کہ وہ بت پرستی کے فلسفے کی بنیاد پر قایم سارے سماجی، روایتی، تہذیبی اور معاشی نظام کو نیست و نابود ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

۳. دعویٰ رسالت / رسول کی شخصیت:

اس کا داعی [محمد ﷺ] اس بات کا مدعی تھا کہ وہ براہِ راست اللہ کا نمائندہ ہے! جاہلی تہذیب خالقِ کائنات، اللہ کی انکاری نہیں تھی مگر اب اِس شخص کو اللہ کا نمائندہ تسلیم کرلینے اور اس کے دائرے میں شامل ہو جانے کے معنی یہ تھے کہ ہر معاملے میں اس کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہوگی اور اللہ کی نافرمانی کا مطلب اِس نبی کے دائرے سے نکل جانا ہوگا۔ آپ کے ہم وطن نبی ﷺ کے سابق کردار کی بنیاد پر اُن کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے تھے، اللہ نے اپنی مشیئت سے اُن کے دلوں میں تصدیقِ رسالت کی بات ڈال دی تھی مگر اُن کے ذاتی مفادات کے لیے ابلیس اُن کو بہانے سجھا رہا تھا، اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ اپنی اس نمائندگی [رسالت] کے لیے ناقابلِ تردید گواہی [معجزے] پیش کرے۔

۴. نئی لیڈر شپ اور نئی تہذیب، نئے رسم و رواج اور نئے ازدواجی و معاشی قوانین:

وہ ایک نئے دین کا داعی، تمام آبا و اجداد کے دین کو غلط کہہ رہا تھا۔ ایک نئے نظامِ زندگی کو بے چون وچرا تسلیم کرلینا عام لوگوں کے لیے تو شاید بہت مشکل نہیں تھا مگر معاشرے کے سربرآوردہ لوگوں کے لیے اپنی ذات [ego] کو قربان کرنا آسان نہ تھا۔ تمام انسانوں اور اُن کے معاشروں کی مانند جاہلی تہذیب کے لیے بھی اپنی ساری تاریخ اور تہذیب سے دست بردار ہو کر ایک نئے فلسفے کو قبول کرنا اور پھر اُس کے تمام سرداروں کو قیادت کے منصب سے دست بردار ہو کر ایک نئی شخصیت

کو لیڈر تسلیم کر لینا ہر گز آسان نہیں تھا۔ پرانے تہذیب و تمدن اور رسم و رواج نے محمد ﷺ کی قایم کردہ اس نئی اجتماعیت کو از خود اپنے طرزِ عمل سے اپنے آپ سے جدا کر لیا تھا اور یہ لوگ بھی پرانے رسم و رواج کو چھوڑ کر نبی ﷺ کو اپنا قائد مان کر اُس وقت کی قیادت سے بے زار اور الگ ہو گئے تھے، اس طرح سوسائٹی میں اور خاندانوں میں تیزی سے ٹوٹ پھوٹ کا عمل جاری ہو گیا تھا۔ غلام آقا سے اور بھائی بھائی سے اور بچے والدین سے تہذیبی اور فکری طور پر علیحدہ ہو رہے تھے اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ یہ فکری علیحدگی محض عارضی ہے اور بہت جلد حقیقی علیحدگی میں تبدیل ہو جائے گی اور بالکل نئی بنیادوں پر معاشرے کی تشکیلِ نو ہو گی۔

وہ آنکھیں چڑھا چڑھا کر اور منہ بنا بنا کر اہلِ ایمان سے بہ حسرت و یاس بھی اور بہ حیرت و غضب کبھی زبانِ قال سے اور کبھی زبانِ حال سے دریافت کرتے تھے کہ کیا اب زندگی کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اور معاشرتی اور معاشی قانون سازی میں ہمارا ابھی کوئی حصہ ہو گا یا سب اختیار اللہ کے پاس ہو گا اور کیا یہ اللہ کا نمائندہ تمام معاملات میں فیصلہ کن بن جائے گا، اُن کے لیے بھی، اُن کی آنے والی نسلوں کے لیے بھی اور سارے انسانوں کے لیے سیّد الناس ہو گا؟ حکومت و اقتدار میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہو گا؟ اہلِ اسلام سے یہی سوال آج بھی تہذیبِ جدید کے لال بجھکڑوں کی جانب سے اسلامیان کے لیے سب سے بڑا سوال ہے کہ عقلِ انسانی کو وحی کا پابند کیوں کیا جائے؟ کفار مکہ کی جنگ محمد ﷺ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے تھی، مذہبِ اسلام سے زیادہ پرخاش اُن کو دینِ اسلام سے تھی، ایک الٰہ کی بندگی سے زیادہ انھیں لا الٰہ کے اعلان سے چڑ تھی اور آخرت کی زندگی کے مقابلے میں یہ چند روزہ دنیا انھیں عزیز تھی۔ اُن کا یہ طرزِ عمل [اسبابِ/سببِ مخالفت] کوئی نیا نہیں تھا کہ جس کی تحقیق کے لیے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں اور نادر تحقیقات درکار ہوں۔ دنیا میں اللہ نے جتنے بھی رسول بھیجے اُن کی مخالفت اُن ہی اسباب کی بنا پر کی گئی، منکرینِ حق کے قلوب اور نفسیات میں سارے زمانوں میں بڑی یکسانیت رہی ہے اُسی طرح جس طرح اِس زمین پر ہر دور میں اہلِ ایمان کے اخلاص و وفا میں ہمیشہ ایک ہی رنگ پایا گیا، کل بھی اور آج بھی!

کفارِ مکہ کی جانب سے مخالفت کے اصل اسباب بس یہی تھے اور اُن کی گہرائی اور گیرائی کے لحاظ سے ترتیب بھی یہی تھی، اس کے علاوہ اور کچھ اسباب نہ تھے، بظاہر بہت سارے گنائے گئے اور

مخالفت کرنے والوں کو اُن کے نفس نے دھوکے بھی بہت دیے۔ مثلاً محمد ﷺ کی اتباع سے انکار کے لیے بنوامیہ کے پاس بنوہاشم سے رقابت کا کوئی عذر نہ تھا، بلاشبہ بنوامیہ کے بعض چالاک لوگوں نے حق کو قبول کرنے کے لیے اس کو بہانا (scapegoat) بنایا۔ اگر اس میں کوئی حقیقت ہوتی تو مخزومی ابوجہل کا عم زاد ارقم بن ابی ارقم اور بنوامیہ کے عثمان بن عفّان کیوں جاں نثاران محمد ﷺ میں شامل ہوجاتے۔ قرآن بتاتا ہے کہ مخالفتِ قریش کے اصل اسباب بس یہی تھے۔اور ذاتِ باری تعالیٰ جو اس ساری کش مکش میں خود تحریک کی قیادت کر رہی تھی اُس نے اِن حقیقی اسبابِ مخالفت کے علاوہ اور کسی بات پر نہ توجہ دی اور نہ ہی اسے لائق اعتنا سمجھا۔ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آج کفار کی یہ مخالفت، عداوت اور مخاصمت کوئی نئی چیز نہیں بلکہ دنیا میں آنے والے تمام انبیا کی مخالفت اُن کے مخاطبین نے انھی بنیادوں پر ایک ہی انداز میں کی ہے۔ بہترین اخلاق و صداقت رکھنے اور ہر دل عزیز ہونے کے ناتے محمد ﷺ کی شخصیت اتنی مضبوط تھی کہ باوجودیکہ مخالفت کی اصل بنیاد زندگی کے تمام معاملات [مذہبی بشمول سماجی، سیاسی و معاشی] میں آپؐ کی قیادت کو تسلیم کرنے سے راہِ فرار اختیار کرنا تھا، مگر مشرکینِ مکہ اپنے منہ سے یہ بات مخالفت کی اوّل وجہ کے طور پر نہیں کہتے تھے، بظاہر یہ کہتے تھے کہ ہم تمھیں اپنا سردار ماننے کے لیے تیار ہیں اگر تم اس دین اور عقیدے کو چھوڑ دو! کیسی عجیب بات تھی محمد ﷺ سے جاہلوں کی سرداری قبول کرنے کے عوض اللہ کی نمائندگی سے دست بردار ہونے کا مطالبہ کیا جارہا تھا!

آپؐ نے ایسا نہیں کیا اس سے قبل کسی نبی نے ایسا نہیں کیا تھا! چناں چہ سردارانِ مکہ کی ساری زبان درازیاں عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے پہلے درجے میں قیامت اور توحید کے خلاف ہوتی تھیں پھر اسی رو میں آپؐ کی شخصیت زیرِ بحث آتی اور چاند پر تھوک کر اپنا منہ گندا کرتے رہتے۔ اللہ رب العالمین بھی روح الامینؑ کے ذریعے اسی ترتیب سے اعتراضات کی حماقتوں کے پردے چاک کرتے رہتے، یوں کاروانِ نبوت مخالفتوں کے طوفانوں میں روح الامینؑ کی معیت میں دلیل و برہان کا عَلم بلند کیے رواں دواں رہا۔

اسباب مخالفت کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے تجزیہ

اس گفتگو کے بعد ہم واپس ایک ہزار چار سو چھیالیس برس [15] قبل نبوت کے چوتھے سال میں حالات اور واقعات کے مشاہدے کے لیے چلتے ہیں، ایک سو بیالیس (۱۴۲) کے قریب بالغ و ہوش مند لوگ [16] نبی ﷺ کی دعوت کو قبول کر چکے ہیں، اُنیتس (۲۹) کے قریب قرآن کی سورتیں نازل ہو چکی ہیں اُن میں سے تین [المدثر، الشعراء اور الحجر] ابھی مکمل بھی نہیں ہوئی ہیں، دارِ ارقم میں اسلامی مرکز اور تربیت گاہ نے کام شروع کر دیا ہے۔ بنو ہاشم کو کھانے پر بلا کر دعوتِ دین دی جا چکی ہے اور پہاڑی پر سے اہلِ مکہ کو پکارا جا چکا ہے، نبی ﷺ بے خوفی کے ساتھ ببانگ دُہل کعبے میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ ایک ہل چل مچی ہے اعتراضات کا طوفان ہے، روح الامینؑ سورہِ سبا لے کر تشریف لاتے ہیں اور کفار کے پیش کردہ خود فریبی اور عالم فریبی کے ایک ایک حربے کو دلیل کی کسوٹی پر آزماتے ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مخالفت کے ان چاروں اسباب کا انتہائی عمدہ تجزیہ کر کے اُن کے بخیے اُکھاڑ دیے ہیں

صاحبِ تفہیم القرآن سُوْرَۃُ سَبَا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "اندازِ بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ یا تو مکہ کا دورِ متوسط ہے یا دورِ اوّل۔ اور اگر دورِ متوسط ہے تو غالباً اس کا ابتدائی زمانہ ہے جب کہ ظلم و ستم کی شدت شروع نہ ہوئی تھی اور ابھی صرف تضحیک و استہزا، افواہی جنگ، جھوٹے الزامات اور وسوسہ اندازیوں سے اسلام کی تحریک کو دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔"

میرے خیال میں مولاناؒ کی دوسری رائے زیادہ صائب ہے اور اسی کو ترجیح دے کر اسے چوتھے سال کے آغاز میں رکھا ہے۔ سیّد مودودیؒ اس سورۃ کے موضوع اور مضامین کے بارے میں لکھتے ہیں

"اس سورۃ میں کفار کے اُن اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو وہ نبی ﷺ کی دعوتِ توحید و

---

۱۵ ایک ہزار چار سو چھیالیس قمری سال اس طرح کہ آج جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں تو تاریخ ہے ۲۲ رجب ۱۴۳۶ ہجری؛ نبوت کے تین سال جب ختم ہو کر چوتھا سال شروع ہوا تو اس وقت ہجرت میں دس سال باقی تھے اس طرح ۱۰+۱۴۳۶=۱۴۴۶

۱۶ ان افراد کی فہرست دو قسطوں میں ہم پہلے مہیا کر چکے ہیں، ایک میں پہلے سال میں ایمان لانے والے [دیکھیے: روح الامین کی معیت میں کاروانِ نبوت، جلد اوّل صفحہ ۱۱۴] اور دوسری فہرست میں دوسرے اور تیسرے سال میں ایمان لانے والے [دیکھیے: جلد اوّل طبع اوّل ۲۰۱۵ء صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۵]

آخرت پر اور خود آپ ﷺ کی نبوت پر زیادہ تر طنز و تمسخر اور بیہودہ الزامات کی شکل میں پیش کرتے تھے۔ ان اعتراضات کا جواب کہیں تو ان کو نقل کر کے دیا گیا ہے، اور کہیں تقریر سے خود یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ کس اعتراض کا جواب ہے۔ جوابات اکثر و بیشتر تفہیم و تذکیر اور استدلال کے انداز میں ہیں، لیکن کہیں کفار کو ان کی ہٹ دھرمی کے بُرے انجام سے ڈرایا بھی گیا ہے۔ اسی سلسلے میں سیّدنا داؤدؑ و سلیمانؑ اور قومِ سبا کے قصے اس غرض کے لیے بیان کیے گئے ہیں کہ تمھارے سامنے تاریخ کی یہ دونوں مثالیں موجود ہیں۔ ایک طرف سیّدنا داؤدؑ و سلیمانؑ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقتیں بخشیں اور وہ شوکت و حشمت عطا کی جو پہلے کسی کو نہیں ملی ہے، مگر یہ سب کچھ پا کر وہ کبر و غرور میں مبتلا نہیں ہوئے اور اپنے رب کے خلاف بغاوت کرنے کے بجائے اس کے شکر گزار بندے ہی بنے رہے۔ اور دوسری طرف سبا کی قوم ہے جسے اللہ نے جب اپنی نعمتوں سے نوازا تو وہ پھول گئی اور آخر کار اس طرح پارہ پارہ ہوئی کہ اس کے بس افسانے ہی اب دنیا میں باقی رہ گئے ہیں۔ ان دونوں مثالوں کو سامنے رکھ کر خود رائے قائم کر لو کہ توحید و آخرت کے یقین اور شکرِ نعمت کے جذبے سے جو زندگی بنتی ہے وہ زیادہ بہتر ہے یا وہ زندگی جو کفر و شرک اور انکارِ آخرت اور دنیا پرستی کی بنیاد پر بنتی ہے۔" [تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ ۱۷۲]

۲۸: سُوْرَةُ سَبَا [۳۴-۲۲ وَمَنْ يَّقْنُتْ]

۱. حیات بعد الموت، روزِ آخرت کا آنا اور حساب کتاب

کفارِ مکہ نبی ﷺ سے سوال کرتے ہیں : مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ اے محمدؐ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ قیامت کس تاریخ کو آئے گی؟ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ تمھارے لیے قیامت کے دن کی تاریخ مقرر ہے، جب وہ گھڑی آجائے گی تو نہ تو لمحہ بھر تم اُس کو ٹال سکو گے، اور نہ ہی تمھارے شور مچانے اور ہمارے رسول کو اس کا مطالبہ کر کے ستانے سے وہ ایک لمحہ پہلے آسکے گی [17]۔ ....

....[مفہوم آیات ۲۹-۳۰]

---

۱۷ کچھ عرصہ قبل تک اہلِ سائنس کا خیال تھا کہ یہ کائنات ابدی ہے اور اس کا اختتام ممکن نہیں، لیکن اب فزکس کے میدانوں میں نئی نئی تحقیقات کی روشنی میں اُن کا نیا موقف یہ سامنے آیا ہے کہ یہ کائنات ابدی نہیں ہے اور اس کا اختتام ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

منکرین کہتے ہیں: لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ③

ساری تعریفیں اور شکریے اس ایک اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت کے دن کا مالک ہے وہاں بھی اُسی کے لیے ساری تعریفیں اور شکریے ہوں گے۔ وہ حکمت والا اور باخبر ہے جو کچھ زمین میں جذب ہوتا ہے اور جو کچھ اُس سے باہر نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے برستا ہے اور جو کچھ اوپر اس تک چڑھتا ہے، ہر چیز کو وہ جانتا ہے، وہ انتہائی رحم فرمانے والا اور معاف کرنے والا ہے۔ منکرین کہتے ہیں کہ کیا بات ہے کہ قیامت ہم پر نہیں آ رہی ہے روح الامین کہتے ہیں کہ ان نادانوں سے کہیے قسم ہے میرے عالم الغیب رب کی، وہ تو تم پر آ کر رہے گی۔ اللہ سے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں ذرّہ برابر کوئی چیز چھپی ہوئی ہے۔ کوئی بھی چیز، کوئی بھی بات ذرّے سے بڑی اور نہ کوئی اُس سے چھوٹی، سب کچھ ایک ڈاٹا بیس میں موجود ہے۔ اور اللہ یہ قیامت اس لیے برپا کرے گا تا کہ اُن لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائیں اور زندگی بھر نیک عمل کرتے رہے تھے۔ ایسے بندوں کے لیے گناہوں کی معافی اور عمدہ انعامات ہوں گے، رہے وہ لوگ جو ہماری بات کو اور رسول کو نیچا دکھانے کے لیے زور لگا رہے ہیں، ان کے لیے بدترین دردناک عذاب ہے۔ عقل والے اور علم والے خوب جانتے ہیں کہ اے محمد جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے نازل کیا جا رہا ہے وہ سراسر سچ ہے اور زبردست اور ساری تعریفوں کے لائق مالک الملک کا راستہ دکھاتا ہے۔ سُوْرَةُ سَبَا........................ [مفہوم آیات ۱-٦]

آج جو یہ باتیں بنا رہے ہیں کاش قیامت کے روز تم انھیں دیکھو اُس وقت یہ لوگ گھبرائے ہوئے پھر رہے ہوں گے اور بچ کر کہیں نہ جا سکیں گے، فوراً ہی پکڑ لیے جائیں گے! یہ ہماری آیات کا کفر کرنے والے اور ہمارے نبی کا مذاق اڑانے والے اُس وقت یہ گے! یہ ہماری آیات کا کفر کرنے والے اور ہمارے نبی کا مذاق اڑانے والے اُس وقت یہ کہیں گے: اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝ ہم اللہ پر ایمان لے آئے جب کہ اب مرنے کے بعد دور نکلی ہوئی حیاتِ دنیا، دور بہت دور سر پر آ پڑی اس عالمِ آخرت میں پھر سے کہاں ہاتھ آ سکتی ہے۔ دیکھو ان نابکاروں کو بلا سوچے سمجھے دور دور کی کوڑیاں لایا کرتے اور ہم پر باتیں چھانٹتے تھے۔ اس وقت جس چیز کی یہ [ایمان لانے اور دنیا میں جا کر نیک اعمال کرنے کی] تمنا کر رہے ہوں گے وہ ہرگز ان کو نہ مل سکے گی کہ اُس کے ملنے کا وقت اور امکان تو بہت

دور پچھلی دنیا کی مہلتِ زندگی میں ختم چکا ہوگا۔ یہ امن وسلامتی سے محروم رہیں گے جس طرح ان کے پیش رو ہم مشرب محروم ہو چکے ہوں گے۔ یہ رسالت اور آخرت کے بارے میں بڑے گمراہ کن شکوک وشبہات میں پڑے ہوئے تھے۔............................[مفہوم آیات ۵۱-۵۴]

۲...........بتوں سمیت، اللہ کے علاوہ تمام معبودوں کا انکار [شرک کا انکار اور توحید کا اقرار]

اے نبیؐ ان مشرکین سے کہیے: ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ اللہ کو چھوڑ کر جو جھوٹے معبود تراش لیے ہیں ان کو مدد کے لیے ذرا پکار کر دیکھیں۔ یہ بزرگوں کی بنائی ہوئی تماثیل، پتھر کے بے جان مردہ بت، جھوٹے داتا اور دست گیر، مشکل کشا اور غوثِ اعظم نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں۔ اللہ ہی زمین اور آسمان کا مالک ہے اور یہ جھوٹے معبودانِ باطل آسمان و زمین کی ملکیت میں اللہ کے شریک نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اللہ کا مددگار نہیں ہے۔ اور قیامت کے روز اللہ کے حضور ان کی کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی۔ [مفہوم آیات ۲۲-۲۳]

اے نبیؐ ان کفار مکہ سے پوچھیے: مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾ کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ اگر ذرا عقل ہے تو کہیں گے اللہ، ورنہ تم ہی انھیں بتاؤ۔ بات واضح ہے کہ محمد ﷺ اور اُس کے ماننے والے یا ان غیر اللہ کو پوجنے والے مکہ کے مشرکین میں سے کوئی ایک ہی ہدایت پر ہے اور دوسرا کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ ان سے کہیے کہ اے اہلِ مکہ! جو قصور ہم نے کیا ہو اُس کی کوئی بازپرس تم سے نہ ہوگی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی کوئی جواب طلبی ہم سے نہیں کی جائے گی۔ یہ جو شور و غوغا انھوں نے مچایا ہوا ہے تو انھیں آگاہ کیا جائے کہ ہمارا رب ہمیں قیامت کے روز جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔ وہ زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔....................[مفہوم آیات ۲۳-۲۴]

روح الامین مزید یہ نازل فرما رہے ہیں کہ

اے محمد ﷺ ان منکرینِ دعوت سے کہیے أَرُونِيَ الَّذِينَ أَلْحَقْتُم بِهِ شُرَكَاءَ ذرا وہ آپ کو

دکھائیں تو سہی وہ کون سی ہستیاں ہیں جنھیں اللہ کا انھوں نے ہمسر بنا رکھا ہے۔ ہر گز نہیں یہ سب مشرکوں کی بیکار اور لغو باتیں ہیں، زبردست اور دانا تو بس وہ ایک اللہ ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾ اے ہمارے رسول ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لیے ہدایت اور بشارت دینے والا اور روزِ آخرت سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ اس کا ادراک نہیں کر رہے ہیں۔........................ [مفہوم آیات ۲۷ - ۲۸]

منکرین اس عظیم شخصیت کو پہچاننے میں غلطی کر رہے تھے، یہ تو نہ صرف اہلِ مکہ کے لیے اور حجاز کے لیے بلکہ تمام نوعِ انسانی کے لیے ہادی ورہ نما بن کر آئے ہیں تاکہ رہتی دنیا تک کے لیے اللہ کے دین کو انسانوں تک پہنچا دیں۔

اہلِ مکہ بزعم خود فرشتوں کی عبادت کرتے تھے اور اُن کو اپنا حاجت روا اور معبود خیال کرتے تھے کہ وہ اُن کی مشکلات میں دست گیری کریں گے۔ جس طرح آج گم راہ تعویذ فروش مشکل کشائی کے لیے گلوں میں لٹکانے کے لیے کاغذ پر فرشتوں کے نام لکھ کر لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے شرک کی جڑ کاٹ دی اور فرمایا :

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اَهٰٓؤُلَاۗءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔؟" تو وہ جواب دیں گے کہ آپ کی ذات تو اس شرک اور ظلمِ عظیم سے پاک ہے۔ یہ در حقیقت ہماری نہیں بلکہ جنوں کی پرستش کرتے تھے، ان کی اکثریت انہی پر ایمان رکھتی تھی۔ اُس وقت اللہ کی منادی گونجے گی کہ آج تم میں سے کوئی نہ کسی کو فایدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اور شرک میں مبتلا ظالموں سے ہم کہہ دیں گے کہ اب اس عذاب جہنم کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔.................. [مفہوم آیات ۴۰-۴۲]

۳. دعویٰ رسالت / رسول کی شخصیت

آخرت اور توحید پر اعتراضات کے مسکت جوابات پا کر علم بردارانِ جاہلیت سیخ پا ہوتے اور نبی ﷺ کی ذات کو مطعون کرنے پر اُتر آتے۔ اللہ رب العالمین کفار کے اقوال کا حوالہ دے کر اپنے رسول کی پوزیشن واضح فرماتے ہوئے انکار کرنے والوں سے خطاب کرتے ہیں :

هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ یہ شخص کہتا ہے جب تمھارے جسم کا پور پور مٹی میں رل مل کر مٹی ہو چکا ہو گا اس وقت تم نئے سرے سے پیدا کر دیے جاؤ گے!!! کیسی عجیب بات ہے، نا معلوم یہ شخص اللہ کے نام سے جھوٹ گھڑتا ہے یا دیوانہ ہو گیا ہے۔ مالک الملک کہتا ہے نہیں، بلکہ آخرت کو جو لوگ نہیں مانتے وہی بری طرح بہکے ہوئے، دیوانے اور جنون کے مریض ہیں، جان لیا جائے کہ وہی آخرت کے دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ کیا انھیں کبھی آسمان و زمین اوپر اور نیچے سے [اور حدِ نگاہ پر آگے سے اور پیچھے سے] ان کو گھیرتے ہوئے محسوس نہیں ہوتے؟ اللہ چاہے تو انھیں اپنی زمین میں دھنسا دے یا آسمان کا کچھ حصہ ان پر گرا دے۔ یوں زمین اور آسمان کی موجودگی میں ایک نشانی ہے ہر اس بندے کے لیے جو خالق و مالک کی طرف خوف و محبت سے جھکنے والا (منیب) ہو۔.. [مفہوم آیات ۷-۹]

جب رسول اللہ ﷺ نے پہاڑی کے وعظ کے بعد گلیوں اور بازاروں میں لوگوں کو دین کی دعوت دینی شروع کی تو سردارانِ مکہ کو نبی ﷺ کی دل نواز شخصیت، بے لاگ اور دل و دماغ کو اپیل کرنے والی دعوت سے سخت خوف محسوس ہونے لگا، انھیں سر کی آنکھوں سے اپنے اقتدار کا تخت ڈولتا ہوا دکھائی دینے لگا اور اُنھیں ڈراونے خواب نظر آنے لگے۔ وہ اپنے بے وقوف متبعین سے کہنے لگے:

مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۗ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمھارے معبودوں سے برگشتہ کر دے جن کی عبادت تمھارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ جب روح الامین کے لائے ہوئے کلام کی دلیل کا جواب نہ بن پڑتا تو تڑپ اٹھتے اور کہتے: یہ قرآن تو محض ایک جھوٹ ہے اور محمد نے دل سے گھڑ لیا ہے۔ ان منکرین کے سامنے جب حق آیا تو انھوں نے

کہہ دیا کہ "یہ تو صریح جادو ہے"۔ حالاں کہ نہ اللہ نے ان لوگوں کو پہلے کوئی کتاب دی تھی کہ یہ اسے پڑھتے ہوں اور نہ تم سے پہلے ان کی طرف کوئی متنبہ کرنے والا بھیجا تھا۔.... [مفہوم آیات ۴۳-۴۴]

اللہ رب العالمین اپنے رسول کو سمجھاتے ہیں کہ اے نبی، اِن سے کہو کہ:

میں تمھارے سامنے ایک معقول تجویز رکھتا ہوں۔ تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا جائزہ

لو، غور کرو اور سوچو، مجھ میں آخر ایسی کون سی بات ہے جو دیوانگی کی ہو؟ میں تو ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے تم کو متنبہ کرنے والا بن کر آیا ہوں۔ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؀ میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، اجرت تو تم ہی کو مبارک ہو۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے میرا رب مجھ پر وحی کے ذریعے حق نازل کرتا ہے وہ تمام پوشیدہ حقیقتوں کا جاننے والا ہے۔ کہو کہ غالب و فتح مند ہونے کے لیے حق آگیا ہے، اب دینِ باطل نابود ہی ہوا چاہتا ہے۔ مجھے گم راہی کا طعنہ دینے والو اگر میں گم راہ ہو گیا ہوں تو میری گم راہی کا وبال مجھ پر ہے، اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو جان لو کہ اُس وحی کی بناپر ہوں جو میرا رب مجھ تک بھیجتا ہے، وہ سب کچھ سننے والا ہے اور (اس سے ڈرو کہ) قریب ہی ہے۔ [مفہوم آیات ۴۶-۵۰]

۴. نئی لیڈرشپ اور نئی تہذیب

قریش کے عوام کالانعام نے نہیں بلکہ قریش کے سرداروں نے نبی ﷺ کی بھرپور مخالفت اُن ہی دو وجوہات کی بنیاد پر کی جن پر تمام انبیا کی دعوت کو قوم کے اکابرین ہمیشہ رد کیا کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین نے سورہ سبا میں ان کی مخالفت پر دو طرح تبصرہ کیا ہے۔ پہلے طور میں قیامت میں ان لیڈرانِ گرامی اور عوام کے درمیان واقع ہونے والے مکالمے کو بیان کیا ہے جو مخالفت کرنے والے دونوں طبقات کا نفسیاتی تجزیہ کرتا ہے۔ تبصرے کے دوسرے انداز میں اللہ تعالیٰ نے انسانی تاریخ میں جاری ایک روایت کا ذکر کیا ہے کہ انبیا کی تعلیمات پر بستی کے خوش حال لوگوں نے کبھی کان نہیں دھرے ہیں۔ نبی ﷺ اور اہلِ ایمان کو تسلی ہے کہ اگر بچارے یہ سردارانِ قریش مخالفت کررہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں، انسانی تاریخ کا المیہ ہی یہ ہے۔ آج کے دور میں بھی جب کبھی اور جہاں کہیں مسلمانوں کی اصلاح اور احیائے دین کی کوئی تحریک اُٹھے گی تو اُس کی مخالفت میں سوسائٹی کے تمام خوش حال لوگ اور تمام طبقوں کے لیڈران سب سے آگے ہوں گے یہ قرآن کا بیان کردہ اصول ہے اور اس اصول سے مذہبی طبقہ بھی مستثنیٰ (excluded) نہیں ہوتا، بنی اسرائیل کے انبیا کی سب سے زیادہ مخالفت اُن کے عُلماء، اَحبار و رُہبان نے کی تھی

۴۔الف قیامت کے روز لیڈروں اور عوام کے درمیان مکالمہ

قیامت کے روز عوام کالانعام جو دنیا میں دبا کر رکھے جاتے ہیں اور جنھیں اربابِ اقتدار، صاحبانِ سرمایہ، حاملینِ جبہ و دستار، سیاسی و سماجی لیڈر اور دانش ورانِ جاہلیہ اپنے پیچھے چلانے کے لیے بے وقوف بنا کر رکھتے ہیں [دورِ نبوی میں مکہ کے شہر میں نچلے طبقے کے غربا اور غلام مراد ہیں] یہ ان کے پیچھے چلنے والے عوام اِن بڑے بننے والے سردار اور لیڈروں سے کہیں گے کہ :

" اگر تم نے ہمیں بے وقوف نہ بنایا اور بہکایا نہ ہوتا تو ہم مومن ہوتے۔" وہ بڑے بڑے لیڈران گرامی جو خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے اِس دنیاوی زندگانی میں دابے ہوئے اور بخوشی دبے ہوئے عوام کو جواب دیں گے کیا ہم نے تمھیں اس ہدایت سے روکا تھا جو تمھارے پاس محمد ﷺ لے کر آئے تھے؟ نہیں، بلکہ تم خود مجرم تھے۔ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وہ دبے ہوئے لوگ ان بڑے بننے والوں سے کہیں گے: بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا .... ﴿٣٣﴾ نہیں، بلکہ یہ تمھاری شب روز کی بیان بازیاں اور مکاریاں تھیں جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور دوسروں کو اس کا ہم سر ٹھیرائیں۔ آخر کار جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو اپنے دلوں میں پچھتائیں گے اور ہم ان منکرین کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے۔ کیا لوگوں کے ساتھ اِس سے بہتر کوئی اور انصاف کا طریقہ ہو سکتا ہے کہ جیسے اُن کے اعمال تھے ویسی ہی جزا پائیں گے؟ آج یہ بڑے بڑے فلاسفر، وحی اور الہامی تعلیم کے انکاری، منکرینِ حق کہتے ہیں کہ ہم عقل کی کسوٹی پر ہر چیز کو پرکھتے ہیں اس قرآن کو ہر گز نہ مانیں گے اور نہ اس سے پہلے آئی ہوئی کسی کتاب کو تسلیم کریں گے۔ کاش قیامت کے روز تم ان کا حال دیکھو اُس وقت یہ ظالم جب اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے، یہ ایک دوسرے پر الزام دھریں گے۔ لیڈر اپنے عوام پر اور عوام اپنے قائدینِ حیات پر۔...[مفہوم آیات ۳۱-۳۳]

۴۔ب کسی بھی بستی کے خوش حال لوگوں نے انقلابی تحریک کا ساتھ نہیں دیا

کوہِ صفا پر چڑھ کر وعظ کے بعد جو نبی ﷺ کا کفارِ مکہ سے ایک نہ ختم ہونے والا مباحثہ اور مکالمہ شروع ہوا تھا اور گزشتہ ڈیڑھ سال سے زائد عرصے سے جاری تھا، اُس کے نتیجہ خیز نہ ہونے سے فطری طور پر آپؐ کبیدگی خاطر کا شکار تھے، اس معاملے میں آپؐ کی دل بستگی کے لیے اور قبولِ حق

کے باب میں قوموں کا رویہ اور اللہ کی سنت بیان کرنے کے لیے روح الامین اللہ تعالیٰ کا جو پیغام سورہ سبا میں لے کر نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس آتے ہیں، آیئے اُس کا مطالعہ کرتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبر دار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو اس کو ہم نہیں مانتے۔ انھوں نے ہمیشہ یہی کہا: نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ ہم تم سے زیادہ مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔ اس دنیا کی دولت تو محض ایک کھیل تماشا ہے، اس کی حقیقت بتانے کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اے نبیؐ، ان سے کہو میرا رب جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا عطا کرتا ہے مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔.. [مفہوم آیات ۳۴-۳۶]

ضروری ہے کہ اس مباحثے اور مکالمے کے درمیان اُس ٹیم کی بھی تربیت ہوتی جائے جو محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو اللہ کا نبی تسلیم کر کے اہلِ ایمان کے گروہ میں شامل ہو چکی ہے۔ چناں چہ فرمایا جارہا ہے:

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا یہ بات اچھی طرح جان لی جائے کہ تمھاری دولت اور تمھاری اولاد تم کو ہم سے قریب نہیں کرتی۔ اللہ والے بننے کے لیے اور اُس سے قربت کے لیے تو شرک سے پاک ایمان اور نیک اعمال ہی بنیادی چیزیں ہیں اور ایمان اور اعمال والے ہی ہیں جن کے لیے اُن کے اعمال کی دُہری جزا ہے [ایمان کے بغیر نیک اعمال اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں اُٹھاتے، کیوں کہ اُن کے پیچھے کار فرما جذبہ اللہ کی قربت اور رضا کے بجائے دوسرے محرکات ہوتے ہیں]، ایسے باعمل مومنین آخرت میں اللہ کی جنتوں میں بلند و بالا

عمارتوں میں اطمینان سے رہیں گے۔ وہ لوگ [اشارہ ہو رہا ہے کفارِ مکہ کی جانب] جو آج اللہ کی جانب سے پیش کیے جانے والے افکار و دلائل کو غلط ثابت کرنے کے لیے زور لگا رہے ہیں، وہ تو عذاب میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔ اے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم آپ فرمایئے: قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ ؕ میرا رب سوسائٹی کے انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے خوب ہی کشادہ مال و دولت دیتا ہے اور جسے

چاہتا ہے محدود ناپا تلا دیتا ہے، یہ مال ودولت اور دنیاوی عزّو جاہ اللہ کی قربت کی دلیل نہیں ہیں۔ اے اہلِ مکہ ذرا غور تو کرو! وہ اللہ ہی تو ہے کہ تم خرچ کرتے رہتے ہو اور وہ اُس کی جگہ تم کو مزید دیتا رہتا ہے (کہ تا زندگی سامانِ زندگی ختم نہیں ہوتا)، ذرا سوچو تو سہی! وہ تو سب رازقوں سے بہتر رازق ہے۔ .] مفہوم آیات ۳۷-۳۹]

یہ جاہلیت کے علم برداران کس زعمِ باطل میں ہیں اِن سے پہلے گزری ہوئی قوموں کے لوگ بھی رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں:

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ اُن لوگوں کو جو مال ودولتِ دنیا ہم نے دی تھی یہ اہلِ مکہ تو اس کے دسویں ہزارویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں۔ مگر جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو دیکھ لو کہ اُن پر ٹوٹنے والی اللہ کی سزا کیسی سخت تھی۔ .... [مفہوم آیت ۴۵]

داوٗد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام اور قومِ سبا کے واقعات

ابتداً اِس سورۂ سبا کے دوسرے رکوع (آیات ۱۰-۲۱) میں داوٗدؑ و سلیمانؑ اور قومِ سبا کے قصے بیان کیے گئے تاکہ مکہ والے تاریخ کی ان دونوں مثالوں سے کچھ سبق حاصل کریں، جن سے وہ واقف تھے۔ وہ دیکھیں کہ ایک طرف داوٗدؑ اور سلیمانؑ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان و شوکت اور ایسی زبردست حکومت و سلطنت عطا کی جو معلوم تاریخ میں پہلے کسی کو نہ ملی ہے، مگر اللہ کے ان دونوں بندوں نے یہ سب کچھ پاکر بھی غرور کا وہ رویہ اختیار نہ کیا جس طرح کا رویہ آج یہ کفارِ مکہ شام و یمن کی معمولی سی تجارت کے منیجر بن کر اختیار کر رہے ہیں ان دونوں مخلص و مومن بندوں [داوٗدؑ و سلیمانؑ] نے اپنے رب کے خلاف بغاوت کرنے کے بجائے اس کا شکر ادا کیا اور رب العالمین کی بندگی کے رویے کو اپنی زندگی میں اختیار کیا، یہی وہ رویہ ہے جس کے محمد ﷺ آج مکہ والوں سے متمنی ہیں۔ دوسری جانب سبا کی قوم ہے جسے اللہ نے جب اپنی نعمتوں سے نوازا تو وہ فخر و غرور سے اکڑ گئی اور مالک کی نافرمانی کا رویہ اپنا لیا آخر کار ٹوٹ پھوٹ کر اِس طرح منتشر ہو گئی کہ اب اُس کی کہانیاں ہی باقی رہ گئی ہیں جن سے اہلِ مکہ خوب واقف ہیں۔ ان دونوں مثالوں کو سامنے رکھ کر مکہ والے خود

رائے قائم کریں کہ محمد ﷺ کی دعوت کو قبول کرنا اُن کے لیے بہتر ہے یا نہیں، وہ سارے عرب و عجم میں سرخ روئی چاہتے ہیں یا تاریخ کے اوراق میں گم ہو جانا پسند کرتے ہیں؟ انھیں کیا ہو گیا ہے کہ محمد ﷺ کی یہ بات نہیں سمجھ پا رہے! محمد ﷺ کا مطالبہ بس اتنا تھا کہ: آپ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہیں اور اللہ کے سوا جن جن کو پوجتے ہیں اُنھیں چھوڑ دیں اگر وہ اسے قبول کر لیں تو محمد ﷺ ضمانت دے رہے ہیں کہ عرب کی سلطنت تمھاری ہے اور سارا عجم تمھارے زیرِ نگیں ہو گا۔ اگلی سطور میں سورہِ سبا کے دوسرے رکوع (آیات ۱۰-۲۱) کا مفہوم دیا جا رہا ہے:

ہم نے داؤد کو اپنے ہاں سے بڑا فضل عطا کیا تھا۔ (ہم نے حکم دیا کہ) اے پہاڑو، اس کے ساتھ ہم آہنگی کرو (اور یہی حکم ہم نے) پرندوں کو دیا۔ ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم کر دیا اس ہدایت کے ساتھ کہ زرہیں بنا اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھ۔ اے آل داؤد نیک عمل کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اس میں دیکھ رہا ہوں۔ اور سلیمان کے لیے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا، صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی راہ تک۔ ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور ایسے جنات اس کے تابع کر دیے جو اپنے رب کے حکم سے اس کے آگے کام کرتے تھے۔ ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے۔ جو کچھ وہ چاہتا وہ اُس کے لیے بناتے تھے، اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔۔ اے آلِ داؤد عمل کرو شکر کے طریقے پر، میرے بندوں میں کم ہی شکر گزار ہیں۔

پھر جب ہم نے سلیمانؑ پر موت کا فیصلہ نافذ کیا تو جنوں کو اس کی موت کا پتہ دینے والی کوئی چیز اس گھُن [دیمک] کے سوا نہ تھی جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا۔ اس طرح جب سلیمان گر پڑا تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب کے جاننے والے ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

سبا کے لیے ان کی اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں اور بائیں۔ کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا رزق اور اُس کا شکر بجا لاؤ کہ عمدہ و پاکیزہ ملک ہے اور وہ پروردگار بخشش فرمانے والا ہے۔ مگر وہ منہ موڑ گئے۔ آخر کار ہم نے ان پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دیے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔ یہ تھا ان کے کفر کا

بدلہ جو ہم نے ان کو دیا، اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم اور کسی کو نہیں دیتے۔

اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان، جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور ان میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دی تھیں۔ چلو پھرو ان راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ۔ مگر انہوں نے کہا" اے ہمارے رب، ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے۔ انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ آخر کار ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انھیں بالکل تتر ّبتر ّکر ڈالا۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو بڑا صابر و شاکر ہو۔ ان کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انہوں نے اسی کی پیروی کی، بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔ ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا مگر جو کچھ ہوا وہ اس لیے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے۔ تیرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔ ....

.... [ترجمہ آیات ۱۰-۲۱ سورہ سبا، تفہیم القرآن]

☆☆☆☆☆